

ٹیکس کی شرعی حیثیت

جناب مولانا فضل الرحمن بن محمد

ٹیکس انگریزی کا لفظ ہے اور یہ اس رقم کے لیے استعمال ہوتا ہے جو حکومت کے چلانے کے لیے مختلف صورتوں میں لوگوں سے وصول کی جاتی ہے۔ اس کی وصولی ایک نظام کے تحت ہوتی ہے اور جن لوگوں پر ٹیکس عائد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ وقت مقررہ پر ادائیگی نہ کریں تو ان کے خلاف باقاعدہ قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں ٹیکس کی عمومی دو صورتیں ہیں۔ ایک بالواسطہ اور دوسری بلاواسطہ۔

بالواسطہ سے مراد وہ ٹیکس ہیں جو عوام الناس ادا تو کرتے ہیں لیکن ان کو پتہ نہیں چلتا۔ جیسے پٹرول، بجلی، گیس اور دوسری وہ اشیاء کہ جن کی خرید و فروخت میں ٹیکس شامل ہوتا ہے اور جو ٹیکس کسی شخص کی ذاتی آمدنی اور کمائی پر عائد ہوتا ہے۔ اس کو بلاواسطہ کہا جاتا ہے۔

ٹیکس کی تاریخ کہا جاتا ہے کہ یونان اور روم میں سب سے پہلے استعمال ہونے والی اشیاء پر ٹیکس لگایا گیا۔ درآمدی ڈیوٹی کو اندرون ملک بننے والے مال پر وصول ہونے والی ڈیوٹی پر ترجیح دی جاتی تھی۔ جنگ کے دنوں میں جائیداد پر بھی عارضی طور پر ٹیکس عائد کر دیا جاتا تھا۔ پھر اس کا دائرہ کار جائیداد کی خرید و فروخت تک وسیع کر دیا گیا۔ یونان اور روم میں آزاد اور غلام اور اسی طرح قومی اور غیر قومی باشندوں میں ٹیکس کے بارے میں امتیاز کیا جاتا تھا۔ روم میں استعمال ہونے والی اشیاء اور درآمدات پر ڈیوٹی کے علاوہ اور بھی بلاواسطہ ٹیکس تھے۔ ان میں اصول یہ کارفرما تھا کہ ہر شخص خراج ادا کرے۔ جولیس سیزر کے زمانہ میں پہلی مرتبہ ایک فیصد سلیز ٹیکس (SALE TAX) نافذ کیا گیا۔ وصولیوں کی آمدنی کا زیادہ تر دار و مدار شخصی اور زرعی

☆ التامیس خیر من التاکید ☆ تائیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے ☆

زمینوں پر عائد کردہ ٹیکسوں پر تھا۔ آغاز میں یہ نہ دیکھا جاتا تھا کہ زمین آباد ہے یا غیر آباد جیسا کہ فارس اور مصر میں بھی کیا گیا لیکن بعد میں زمین کی پیداوار کا دو سال حصہ (۱/۲) زمیندار سے وصول کر لیا جاتا تھا۔

جولیس سیزر سے پہلے ٹیکسوں کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری زمینداروں میں سے کسی شخص کے سپرد کر دی جاتی اور ٹیکسوں میں سے کچھ فیصد حصہ اس کو معاوضہ کے طور پر دے دیا جاتا۔ لیکن جولیس سیزر نے یہ ذمہ داری سرکاری افسروں کو سونپ دی۔ قرون وسطیٰ میں باؤاٹھ ٹیکسوں کی جگہ بلا واسطہ ٹیکسوں نے لے لی۔ جن میں زیادہ تر درآمدی ڈیوٹی اور مارکیٹ فیس ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ شہروں میں لوگ ٹیکس ادا کرنے کے عادی ہو گئے۔ کھانے پینے کے سامان پر شہار اور خریداروں نے ٹیکس کا بوجھ اٹھایا۔ جرمنی اور اٹلی میں بھی چند بلا واسطہ ٹیکس عائد کئے گئے جو غریبوں کی ذات اور امیروں کے مال پر ہوتے تھے لہ

سب سے پہلے جس ملک نے عام انکم ٹیکس کے نظام کو اپنایا وہ برطانیہ ہے۔ نیولین بونا پارٹ کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے برطانوی حکومت نے ۱۷۹۹ء میں دو سو پونڈ سے زیادہ ہونے والی آمدنی پر دس فیصد ٹیکس لگا دیا لیکن ساٹھ پونڈ سے کم آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

۱۸۱۰ء میں سب لڑائی ختم ہوئی تو ۱۸۴۲ء تک برطانوی باشندوں کو ٹیکس کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا۔ لیکن وزیر اعظم سر رابرٹ پیل (SIR ROBERT PEEL) نے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے پھر سے ہنگامی طور پر ہر پونڈ پر سات پنس ٹیکس عائد کر دیا۔ ۱۸۸۰ء تک برطانوی رعایا ٹیکس ادا کرنے کی عادی ہو گئی۔ جس کی وجہ سے ٹیکس ہبہ وقتی معمول بن گیا۔ ۱۹۱۰ء میں ٹیکس و حندہ میں سے جس کی آمدنی پانچ سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوتی اس کو ہر کچھ کے لیے دس پونڈ کی چھوٹ دے دی گئی۔ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر چھ شنگ کے جب سے سو ٹیکس (SUPER TAX) بھی عائد کر دیا گیا

۱۰۔۷۸ تا ۱۰۔۷۷

۲۷۵ ص ۹ ج ۱۰

جرمنی کے صوبہ پروسیا میں ۱۸۵۱ء میں ٹیکس لگانے کی کوشش کی گئی لیکن ۱۸۹۱-۹۲ء میں اصلاح کے بعد اسے از سر نو مرتب کیا گیا۔ ۱۹۱۳ء تک جرمنی کے سارے صوبوں میں باقاعدہ نافذ ہو گیا۔

فرانس میں ٹیکس لگانے کی کوشش کا آغاز ۱۸۷۰ء میں ہوا لیکن نفاذ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم سے دو ہفتے پہلے ہوا۔

اطالی میں پہلی بار آمدنی، زمین، عمارات اور منقولہ دولت پر ۱۸۹۴ء میں ٹیکس عائد ہوا۔ سوئیڈن میں ٹیکس لگانے کی ابتداء ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔

امریکہ میں صحیح طور پر ٹیکس کا نفاذ ۱۹۱۳ء میں دستور کی سولہویں ترمیم کے ذریعے ہوا۔ حالانکہ امریکہ کی باہمی فائدہ بخشی کے نقصانات کو پورا کرنے کے لیے ۱۸۹۲ء سے ۱۸۷۲ء تک چھ سو ڈالر سے زائد آمدنی پر تین فیصد اور دس ہزار ڈالر پر پانچ فیصد وصول کیا جاتا تو بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے پانچ ہزار ڈالر سے زائد آمدنی پر دس فیصد شرح کر دی گئی۔

۱۸۹۲ء میں صدر امریکہ گروور کلیولینڈ GROVER CLEVELAND نے جب دوبارہ ٹیکس لگانے کی کوشش کی تو سپریم کورٹ نے اسے غیر دستوری قرار دے کر ختم کر دیا لیکن دستور میں ترمیم کے بعد جب ٹیکس کا نفاذ ہوا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ شرح پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ آمدنی پر پھر فیصد رکھی گئی۔ لیکن پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان شرح اس تیرہویں سے بڑھی کہ جب دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تو اس وقت کم سے کم شرح تیس فیصد اور زیادہ سے زیادہ چار سو فیصد تھی۔ ٹیکس سے محفوظ صرف پانچ سو ڈالر رہ گئی تھے۔

انگریز حکومت نے بعد ویتان میں پہلی مرتبہ ۱۸۹۰ء میں انکم ٹیکس ایکٹ ۱۸۹۰ء کے تحت ٹیکس نافذ کیا۔ جسے ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۰ء تک معطل کر دیا گیا لیکن ۱۸۹۰ء میں تیسری ترمیم کے بعد دی لائنس ایکٹ ۱۸۹۰ء کے نام پر بحیرہ سے جاری ہو گیا۔ جس کے تحت دوسروں پر

۱۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۵ حصہ

۲۔ وی وی ایچ انسائیکلو پیڈیا ۵ حصہ

سے زائد آمدنی پر دو فیصد ٹیکس عائد کر دیا گیا۔
 ۱۸۲۸ء میں اسی ایکٹ کا نام سٹریٹفیکٹ ایکٹ ۱۸۶۸ء رکھ دیا گیا۔ اس ایکٹ کے تحت ٹیکس کی شرح کم کر کے $\frac{3}{4}$ کر دی گئی۔ ٹیکس سے مستثنیٰ رقم دو سو سے بڑھا کر پانچ سو کر دی گئی۔ ۱۸۶۹ء کے دوران کمپنیوں پر $\frac{1}{4}$ فیصد اور گورنمنٹ سیکورٹیز پر $\frac{1}{2}$ فیصد ٹیکس لگادیا گیا۔ دوسرے ذرائع سے وصول ہونے والے ٹیکسوں کی شرح کو گولگا کر دیا گیا۔
 ۱۸۷۲ء میں ٹیکس سے مستثنیٰ رقم کو پہلے ساڑھے سات سو اور پھر ایک ہزار کر دیا گیا۔
 یکم اپریل ۱۸۷۳ء میں دوسری مرتبہ چار سال کے لیے لوگوں کو عارضی طور پر ٹیکس سے نہایت لی۔ لیکن ۱۸۷۷ء میں لائسنس ٹیکس ایکٹ ۱۸۷۷ء کے تحت ہندوستان کے باسیوں پر پھر سے ٹیکس مسلط کر دیا گیا۔

۱۸۹۰ء سے ۱۸۸۰ء تک انکم ٹیکس ایکٹ میں ۱۲ ترامیم ہوئیں اور دو مرتبہ معطل ہوا۔ لیکن ۱۸۸۶ء میں اسے ایسی صورت دے دی گئی کہ پھر تین سال نافذ العمل رہا جس کے تحت پانچ سو روپے سے کم آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ سود اور تنخواہوں کی رقم جو پانچ سو سے دو ہزار تک ہوتی اس پر ہم پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس لیا جاتا۔ دوسری عام آمدنیوں پر جو دو ہزار سے زیادہ ہوتیں۔ ان پر ۵ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس وصول کیا جاتا۔

۱۹۱۶ء میں نئی ترامیم کے ذریعہ تنخواہوں۔ بونس۔ سالانہ وظائف۔ پنشن اور سرکاری عطیات پر ایک ہزار سے دو ہزار روپے پر ہم پائی فی روپیہ سے ٹیکس کا نیا شیڈول دیا گیا۔ اسی طرح دوسری آمدنیوں پر یعنی دو ہزار سے پانچ ہزار پر ۵ پائی فی روپیہ، پانچ ہزار ایک روپے سے دس ہزار تک ۶ پائی فی روپیہ، دس ہزار ایک سے پچیس ہزار روپے پر ۹ پائی فی روپیہ اور پچیس ہزار سے اوپر رقم پر ۱۲ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس کا نیا نظام قائم ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں پہلی مرتبہ کل آمدنی (TOTAL INCOME) اور قابل ٹیکس آمدنی (TAXABLE INCOME) کا تصور دیا گیا۔ آل انڈیا کمپنی کے ذریعے انکم ٹیکس ایکٹ کو انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۲۲ء کا نام دے دیا گیا۔

لے انکم ٹیکس لا، از خواجہ امجد سعید ص ۲ اور ص ۳

اگرچہ ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۶ء، ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۴ء، اور ۱۹۴۵ء میں بھی معمولی تراسیم ہوئیں لیکن یہی وہ ایکٹ ہے جو فقید المثال قربانی کے بعد ملنے والے پاکستان کو انگریزی سرکار سے ورثے میں ملا اور وہ آج بھی اپنی اہل کے ساتھ پورے پاکستان میں رائج ہے۔

اسلام سے پہلے انسانی معاشرے میں جو مختلف قسم کے ٹیکس رائج تھے۔ ان میں ایک مکس | مکس تھا۔ جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں سے زبردستی وصول کیا جاتا تھا لیہ

علامہ ابن منظور نے نقل کیا ہے۔

دراہم کانت تؤخذ من بائع السلع في الاسواق في الجاهلية

یہ وہ دہم تھے جو جاہلیت کے زمانے میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے۔

ایسے شخص کے بارے میں سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ان صاحب المكس في النار

بے شک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا۔

لايدخل الجنة صاحب مكس يعني العشاريه

تجارتی عشر وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے۔

اما الان فانهم ياخذون مكسا باسم العشر ومكوسا

اخري ليس لها اسم بل شيء ياخذون حراما مستحبا وياكلونه

في بطونهم ناراً محبتهم فيه واحضبة عند ربهم عليهم غضب۔

۱۔ کتاب الاموال ص ۶۹ منہ احمد ج ۴ ص ۱۰۹ الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۱، الترتیب والترجیب ص ۵۶

۲۔ سان العرب ج ۶ ص ۲۲۰

۳۔ کتاب الاموال ص ۶۹ منہ احمد ج ۴ ص ۱۰۹ الفتح الربانی ج ۱۱

”آج کل عشر کے نام پر جو کس یا کموس لوگ وصول کر رہے ہیں۔ اس کا کوئی نام نہیں۔ بلکہ وہ ناجائز اور حرام ہے وہ اپنے بیٹوں میں آگ بھڑک رہے ہیں۔ اپنے رب کے پاس ان کی محبت نہیں چلے گی اور ان پر غضب ہوگا۔
ولہم عذاب شدید لہ
اور ان کے لیے سخت عذاب ہوگا۔

مسند احمد کے شارح احمد عبد الرحمن ابننا الساعی نے بھی واضح کیا ہے۔
ان المکس من اعظم الذنوب وذلك لکثرة مطالبات
الناس ومظلماتهم وصرفها فی غیر وجهها لہ
”بے شک ٹیکس گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اس لیے کہ لوگوں سے کثرت کے
ساتھ مطالبے کئے جاتے ہیں اور نہ وصول ہونے کی صورت میں ان پر ظلم کئے
جاتے ہیں اور وصول کر کے ان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔“
انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے۔

انما کان فی النار لظلمہ الناس واخذ اموالہم بدون
حق شرعی فان استحل ذلك کان فی النار خالد فیہا
ابدًا لانہ کافر والا فیعذب فیہا مع عصاة المؤمنین
ما شاء اللہ ثم یخرج ویدخل الجنة لہ
”صاحب الکس جہنم میں اس لیے جائے گا کہ اس نے لوگوں پر ظلم کیا۔ ان سے
شرعی حق کے بغیر مال وصول کیا۔ اگر اے ملال سمجھے گا تو آگ میں ہمیشہ رہے گا۔
اس لیے کہ وہ کافر ہے۔ اگر ملال نہیں سمجھے گا تو گنہگار ہوگا۔ نافرمان اہل ایمان

لہ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۶۷

لہ حاشیہ النفع الربانی ج ۱۵ ص ۱۸

لہ حاشیہ النفع الربانی ج ۱۵ ص ۱۷

کے ساتھ خذاب دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا آگ سے نکال کر اسے جنت میں داخل کر دے گا۔
معلوم ہو کہ ”مکس“ جہالت کے ٹیکوں میں سے ایک ٹیکس تھا۔ جس کے وصول کرنے والے کو اسلام نے جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے۔
یہ وہ ٹیکس تھا جو غیر مسلمان سے ان کی جائز اور مالوں کی حفاظت کے بدلے وصول کیا جاتا تھا یہ

حزبہ
حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق یہ شرح یا شرح میں اس وقت وصول کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا یہ

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ

”اہل کتاب میں سے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حرام کیا ہے۔ اس کو حرام نہیں کرتے اور دین حق کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ اس وقت تک قتال کریں کہ جب تک وہ ذلیل و رسوا ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہیں دے دیتے۔
اسی آیت مبارکہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں حکم ہے حضرت عمر فاروقؓ کو مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے میں تردد تھا۔ لیکن جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے گواہی دے دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا شروع کر دیا یہ

۱۔ مفردات القرآن - جزیہ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۶۱۸

۲۔ فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۹

۳۔ سورۃ التوبۃ آیت ۲۹

۴۔ دارقطنی ج ۲ ص ۱۵۵ کنز العمال ج ۴ ص ۵۰۲

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لیس علی مسلمہ جزية ۱؎
مسلمان پر جزیہ نہیں۔

امام ترمذی نے اپنی جامع الترمذی میں باب باندھام کے۔

باب ما جاء ليس على المسلمين جزية ۲؎

اس کا باب کہ مسلمانوں پر کوئی جزیہ نہیں۔

پھر انہوں نے حضرت ابن عباسؓ والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

والعمل على هذا عند عامة اهل العلم۔

عام اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

تسقط الجزية بالاسلام والموت عند ابی حنيفة لقوله

عليه السلام ليس على مسلم جزية ۳؎

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (غیر مسلم) کے مسلمان ہو جانے یا مر جانے کی وجہ

سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم

پر جزیہ نہیں۔

خراج ۱؎ یہ ٹیکس بھی غیر مسلم اہل ذمہ پر لگایا جاتا تھا۔ درحقیقت یہ ان کی زمینوں پر لگان تھا

منقوعہ علاقوں میں زمینوں کو ان کے سابقہ مالکوں کے قبضے میں رہنے دیا جاتا اور

ان کے علاقے کے اعتبار سے ان سے خراج وصول کیا جاتا۔

امام غزالیؒ سے منقول ہے کہ حکومت وقت اگر مسلمانوں سے خراج کے طور پر مال لیتی

۱؎ ابو داؤد ص ۲۲۳ منہ احمد ج ۱ ص ۲۲۳ ایضاً ص ۲۸۵

۲؎ جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۰۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۶

۳؎ تہذیب

ہے تو وہ ناجائز ہے ایہ

حضرت علامہ ابن الحنفی سے مروی ہے۔

بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البحرین فمکنت اقی
الحائط یکون بین الاخوة یسلم احدهم فآخذ من المسلم
العشر والمشرک الخراج یم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بحرین کی طرف بھیجا۔ پس میں ایسے باغ
میں آتا کہ جس میں کئی بھائی شریک ہوتے۔ ان میں سے ایک مسلمان ہوتا۔ میں
مسلمان سے عشر لیتا اور مشرک سے خراج وصول کرتا۔

خراج اس غلام سے بھی لیا جاتا تھا جو کسی ہنرمیں مہارت رکھنے کی بنا پر کمائی کرتا اور
اپنے آقا کو طے شدہ خراج ادا کرتا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے

کان ابو حنیفۃ یشیء لا یجمع خراج و زکوۃ علی رجل تہ

امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص پر خراج اور زکوۃ جمع نہیں ہو سکتے۔

یہ بھی ٹیکس کی ایک صورت تھی جو غلاموں اور غیر مسلموں پر عائد ہوتا تھا مسلمانوں
ضرر تیبہ یا غلۃ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

حضرت النضرؓ سے مروی ہے :

حجم ابو طیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر لہ بصاع
او صاعین من طعام و کلہ موالیہ فحفقت عن غلۃ اضربۃ

۱۔ کیسے سعادت اردو ص ۲۰۱

۲۔ مسند احمد ج ۵ ص ۵۲ ابن ماجہ ص ۱۳

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۱

۴۔ صحیح بخاری ص ۳۰۲

”ابو طیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹگی لگائی پس آپ نے اناج کے ایک یا دو صاع اس کو دینے کا حکم فرمایا اور اس کے مالکوں سے اس کی سفارش کی۔ پس اس کے ٹیکس میں تخفیف کر دی گئی“

عشور | عشر کی جمع ہے اور اس سے مراد اسلامی عشر یا صدقات نہیں بلکہ یہ وہ تجارتی امپورٹ ڈیوٹی تھی جو یہود و نصاریٰ اور ذمیوں کے ان مالوں پر وصول کی جاتی تھی جو وہ تجارت کرنے کی خاطر مسلمانوں کے علاقوں میں لایا کرتے تھے۔

حق سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا

ان تجار من قبلنا من المسلمین یا تون ارض الحرب فیأخذون منهم العشر۔

ہمارے ملک کے مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ ان سے مال کا دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو جواب میں حکم دیا۔

خذ انت منهم کما یاخذون من تجار المسلمین وخذ من اهل الذمة نصف العشر ومن المسلمین من کل اربعین درهما درهما وليس فیما دون المائتین شیء فاذا کانت مائتین ففیها خمسة دراهم وما زاد فبحسابه

”تم بھی ان سے اسی طرح دسواں حصہ وصول کرو کہ جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ ذمیوں سے بیسواں اور مسلمانوں سے ہر چالیس پر ایک ایک درہم وصول کیا کرو۔ دسواں درہم سے مال کم ہو تو اس پر کچھ وصول نہیں کرنا۔ جب مال دسواں درہم کا ہو جائے تو اس میں سے پانچ درہم لینے ہیں اور اگر مال دسواں درہم سے زیادہ ہو جائے تو پھر حساب لگا کر رقم وصول کرو۔“

عمر بن شعیب کی روایت کے مطابق حریوں میں سے اہل شہیج نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں تحریراً عرض کیا۔

عننا دخل ارضك تجارا وعشرون افشار وعمر اصحاب
رسول الله في ذلك فاشاروا عليه به فكانوا اول من عثر
من اهل الحرب اليه

ہمیں اپنے ملک میں تجارت کے لیے آنے کی اجازت دیں اور ہم سے دسواں حصہ وصول کیا کریں عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اس کے حق میں رسلے دی۔ چنانچہ وہ پہلی حربی قوم تھی کہ جس سے عشر لیا گیا۔

معلوم ہوا کہ تجارتی عشرین امپورٹ ڈیورٹی کی ابتداء حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اس وقت ہوئی جب حربی قوم کے تجار نے اہل اسلام کے علاقوں میں تجارت کی اجازت ملنے پر خود ہی اپنے الرن کا دسواں حصہ اسلامی خزانے میں جمع کروانے کی پیش کش کی۔

دوسری روایت کے مطابق جب مسلمان تجار سے حریوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کیا تو اس کے جواب میں امیر المؤمنین کی اجازت سے حربی تجار سے بھی مسلمانوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا خیال رہے کہ مسلمانوں سے جو ڈیورٹی وصول ہوتی تھی اس کی وجہ شہیت نہ تھی جو کہ غیر مسلموں سے ہونے والی ڈیورٹی کی تھی۔

قاضی ابوریسفتؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

وكل ما اخذ من المسلمين من العشر فسيبيله سبيل الصدقه
وسبيل ما يؤخذ من اهل الذمة جميعا واهل الحرب
سبيل الخراج اليه

۱۔ کتاب الخراج ص ۱۲۵

۲۔ کتاب الخراج ص ۱۳۴

”اور مسلمان سے جو ڈیوٹی کے طور پر وصول کیا جائے گا۔ اس کی حیثیت زکوٰۃ جیسی ہوگی اور جو میوں اور حبیبوں سے وصول ہوگی اس کی نوعیت خراج جیسی ہوگی۔
زیاد بن مدیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عشر پر مال بنا کر حکم دیا:
ان اخذ من تجار المسلمين ربع العشر۔

کریں مسلمان تجار سے $\frac{1}{4}$ فیصد وصول کروں۔

دوسری روایت کے مطابق۔

من تجار اهل الذمة مثل ما اخذ من تجار المسلمين لیه
”اہل ذمہ کے تجار سے وہ وصول کروں کہ جو مسلمان تجار سے ان کے علاقوں
میں وصول کیا جاتا ہے۔

انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان سے فرمایا:

خذ من المسلمين من كل اربعين درهما درهما ومن اهل
الذمة من كل عشرين درهما ومن لاذمة له من كل
عشرة درهما درهما لیه

”کہ مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم ($\frac{1}{4}$ فیصد) اہل ذمہ سے
ہر بیس درہموں پر ایک درہم (۵ فیصد) اور جو اہل ذمہ نہیں۔ ان سے ہر دس
درہموں پر ایک درہم (۱۰ فیصد) وصول کروں۔

قاضی ابویوسفؒ نے حلیفہ ہارون رشید پر یہ بھی واضح کر دیا تھا۔

اذا امر التاجر على العاشر بهما او متاع وقال قد اديت
زكاته وحلفت على ذلك فان يقبل منه ويكف عنه ولا يقبل
في هذا من الذمي ولا من الحرابي لانه لا زكوة عليها لیه

۱۔ کتاب الخراج ص ۳۴

۲۔ کتاب الاموال

۳۔ المحمل لابن حزم ج ۶ ص ۱۱۵

”اگر کوئی تاجروں و متاع کے ساتھ عاشر کے پاس سے گزرے اور حلف اٹھا کر کہے کہ میں نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی یہ بات مان لی جائے اور اس سے ڈیوٹی وصول نہ کی جائے کیونکہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔“

قاضی ابویوسفؒ کی اس ہدایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان تاجروں سے جو تجارتی ڈیوٹی وصول کی جاتی تھی۔ وہ ان کے مالوں کی زکوٰۃ ہوتی تھی۔ اگر تجارتی اٹھا کر کہہ دیتے کہ ہم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ پہلے ہی ادا کر دی ہے تو پھر ان سے کوئی ڈیوٹی وصول نہ کی جاتی تھی۔ لہذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ عمر فاروقؓ نے مسلمانوں سے بھی تجارتی عشر وصول کیا تو یہ بات کسی بھی صورت میں درست نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام سے ایسا عشر وصول کرنے سے منع فرمایا لہذا جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ عمر فاروقؓ کیسے کر سکتے تھے۔ حرب بن عبیدہ النقفی کے خالو سے مروی ہے کہ میں نے اپنی قوم بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

اعشرها فقال انما العشور على اليهود والنصارى وليس على اهل الاسلام عشور لى

”کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ آپ نے فرمایا۔ بے شک عشور یہود و نصاریٰ پر ہے۔ اہل اسلام پر عشور نہیں۔“

یہی روایت امام ابو داؤد و امام ابن ابی شیبہ نے وائل کے خالو سے نقل کی ہے۔
 ۱۔ سعید بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 يا معشر العرب احمدوا الله الذي رفع عنكم العشور
 لى العرب کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ جس نے تم سے عشور کو مٹا دیا۔

۱۔ مسند احمد ۳ ص ۴۴

۲۔ ابو داؤد ص ۳۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۲

۳۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۴ مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۸۷

احمد عبد الرحمن البنا السامعی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔
یعنی ما كانت تأخذ ملوکهم ورؤساء قبائلهم منهم
من الضرائب والعشور ونحو ذلك لہ
”یعنی ان کے بادشاہ اور قبائل کے سردار ٹیکس اور عشور اور ان کی مثل ان سے جو
وصول کیا کرتے تھے۔

امام ابو عبیدہؓ نے نقل کیا ہے۔
انه قد كان له اصل في الجاهلية يفعل له ملوك العرب والعجم
جبيعاً فكانت سنتهم ان يأخذوا من التجار عشر اموالهم
اذا مروا بهم لہ

”اس کی بنیاد جہالت کے زمانے میں رکھی گئی کہ جب عرب و عجم کے بادشاہوں
کا طریقہ بن گیا کہ اپنے پاس سے گزرنے والے تاجروں سے دس فیصد
ٹیکس وصول کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے | مذکورہ روایات سے عیاں ہو
جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے

صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ بارگاہ اللہ میں صدقہ
پیش کرتا ہے یا انفاق فی سبیل اللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اپنے اس عمل سے وہ عند اللہ
اپنے درجات کو بلند کرتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اس پر کوئی ایسا ٹیکس واجب نہیں
ہو سکتا کہ جس کی اصل جاہلیت کے زمانہ تھی۔
اسی لیے علامہ شوکانیؒ نے فیصلہ دیا ہے۔

لین علیہم غیر الزکوٰۃ من الضرائب والعجم

لے الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۹

لے کتاب الاموال ص ۶۲

و سحوها یت

”کہ ان پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں“

علامہ الساعاتی کا بیان ہے ۔

ای غیر ما فرضہ اللہ علیہم فی الصدقات فلا یؤخذ من

المسلم ضریبۃ ولا شیء یقرر علیہ فی مالہ لانہ بصیر

کالجزیۃ یت

”یعنی صدقات کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض کیا ہے اس کے علاوہ

کچھ نہیں مسلمان سے کوئی ٹیکس وصول نہ کیا جائے اور نہ کچھ اس پر مقرر کیا جائے۔

اگر ایسا کیا جائے گا تو وہ جزیہ کی صورت اختیار کر جائے گا۔“

ظاہر ہے کہ مسلمان سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ جزیہ تو غیر مسلموں پر واجب

ہوتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :

اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ما علیک یت

”جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا اسے تو نے پورا

کر دیا ۔

امام ترمذیؒ نے پہلے اس حدیث کو باب بنایا ۔ پھر روایت کے طور پر نقل کرنے کے

بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ اور طریقے سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا ۔

۱۔ نیل الاوطار ج ۸ ص ۶۴

۲۔ الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۷

۳۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۶ ابن ماجہ ص ۱۲۰ فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۲ زاد ما ان حبان ص ۱۰۰

کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۳ السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۱۰

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی (۷۹) شوال المکرم ۱۴۳۲ھ ☆ ستمبر ۲۰۱۱ء

هل على غيرها؟ قال لا الا ان تطوع .
 ”کیا اس کے علاوہ بھی کچھ مجھ پر فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اگر تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے تو اجازت ہے۔“
 یہی الفاظ امام بخاری کی ایک نقل کردہ روایت کے ہیں؛ لہ
 فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 ليس في المال حق سوى الزكاة لئلا
 ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔“
 امام شغرائی نے علمائے کرام کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔
 اسی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام ماوردی نے لکھا ہے۔
 لا يجب على المسلم في ماله حق سواها
 ”کہ مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق فرض نہیں ہوتا۔“
 اگر کہا جائے کہ فاطمہ بنت قیس سے یہ بھی مروی ہے۔
 في المال حق سوى الزكاة -
 ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔“

جامع الترمذی میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں۔ امام ترمذیؒ نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے
 کہ ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔“ والی روایت کی سند درست نہیں۔ کیونکہ اس
 روایت کے ایک راوی ابو حمزہ میمون الاعدودی کو ضعیف کہا گیا ہے۔
 جامع الترمذی کے شارح علامہ عبد الرحمن مبارکپوری نے نقل کیا ہے کہ
 امام احمدؒ نے ابو حمزہ میمون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے یعنی اس

۱۔ صحیح بخاری ص ۱۲

۲۔ المنیٰ لابن قدامہ ج ۴ ص ۵۷ کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۳ الیٰ ابن الکبریٰ ج ۲ ص ۲ ابن ماجہ ص ۱۲۸۔

۳۔ الاحکام السلطانیہ ص ۱۱۳

کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔ امام داؤقنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ امام بخاری کا کہنا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک مضبوط نہیں۔ امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام بیہقیؒ کی تحقیق ہے کہ یہ حدیث البرعمزہ میمون الاعور کوئی کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی بن معین اور ان کے بعد آنے والے حفاظ حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ ہمارے ساتھی تعالیق میں جو روایت نقل کرتے ہیں وہ "لیس فی الحال حق سوی الزکوۃ" ہے یعنی مال میں زکوۃ کے علاوہ اور کوئی حق نہیں۔

اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمان اگر صاحب نصاب ہے تو وہ مصرف زکوۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند ہے۔ اگر وہ اس کے علاوہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ضرورت مندوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ عند اللہ باجور ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت انسؓ کو جب بحرن کا حاکم بنا بھیجا تو ان کو زکوۃ کے بارے میں تحریری ہدایت نامہ دیا۔

هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين التي امر الله بها رسوله فمن سئلها من المسلمين على وجهها فليعطها ومن سئلها فوقها فلا يعطئ

"یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا یہ وہی ہے کہ جب کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ پس مسلمانوں میں سے فریضہ کے مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کر دے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے" صحیح بخاری جو آج کل مدارس میں متداول ہے۔ اس میں "فلا يعطئ" کے نیچے میں السطر لکھا ہوا ہے۔

۱۔ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۲ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۴

۲۔ صحیح بخاری ص ۱۹۵ نسائی ج ۱ ص ۲۴ ابن حبان ج ۱۱ الام ج ۲ ص ۴

ای زائدًا علی الفریضة المعینة -

”یعنی فرض معینہ سے جب زیادہ طلب کیا جائے -

شاہ ولی اللہؒ نے بھی یہی لکھا ہے یہ

ضحاک بن مزاحم سے تو یہ بھی مروی ہے -

نسخت الزکاة کل حق فی المال

زکوٰۃ نے مال کے ہر حق کو منسوخ کر دیا ہے -

جب زکوٰۃ و عشر کے بارے میں یہ حکم ہے کہ صاحب نصاب مسلمان پر جتنی فرض ہوتی

ہے اس سے زیادہ اس سے وصول نہ کی جائے تو اس پر زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کا واجب ہونا اسلامی نظام زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کی سب

سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایمیں سلم یا غیر سلم کے ایک مال پر سال میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ و عشر یا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے - اس کے برعکس دنیا میں مروجہ نظام ٹیکس کے تحت ایک ہی آمدنی یا ایک ہی مال پر کئی ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں - جیسا کہ انکم ٹیکس، سوپر ٹیکس، سٹریچ، ویلٹھ ٹیکس، سیسلز ٹیکس - امپورٹ ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ -

اسلام میں مال کی بالکل اجازت نہیں کہ ایک مال پر بار بار زکوٰۃ یا عشر وصول کیا جائے یا زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے اسی طرح غیر مسلم کے مال پر بار بار تجارتی ڈیوٹی واجب کر دی جائے یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈال دیا جائے علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل رشتی نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کرنے والا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عایشہ بنی ماجرہ اس کے گھوڑے

۱۔ حجة الله البالغة ج ۲ ص ۱۵۲ (مترجم)

۲۔ المحلی ابن خزم ج ۶ ص ۱۵۸ تصدیر ج ۲ ص ۱۲۵

☆ الضرر لا يزال بالضرر ☆ نقصان کا ازالہ نقصان سے نہیں کیا جائے گا ☆

بہ عشر وصول کر لیا۔ اتفاق سے اس تاجر کا گھوڑا فروخت نہ ہوا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سمیت واپس ہوا تو عاشر نے اس سے پھر عشر طلب کیا۔ نصرانی نے عاشر سے کہا کہ میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو تمہیں عشر ادا کر دیا تھا۔ اب مجھ پر کچھ بھی ادا کرنا باقی نہیں۔ جب عاشر نے اصرار کیا تو انہوں نے اپنا گھوڑا عاشر کے پاس چھوڑا اور خود مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو مسجد نبوی میں اس طرح پایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کتاب یا خط کو دیکھ رہے تھے۔ نصرانی نے مسجد کے دروازے سے آواز لگائی کہ میں نصرانی شیخ ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں فرمایا۔ میں دین صیغہ کو ماننے والا شیخ ہوں۔ کیا بات ہے؟ نصرانی نے عاشر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو سنا دی۔ حضرت عمر فاروقؓ اس کی بات سن کر پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ نصرانی نے خیال کیا کہ امیر المؤمنین نے اس کی بات کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا۔ لہذا وہ عاشر کے پاس واپس آیا اور دوبارہ عشر ادا کرنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے عاشر کے پاس امیر المؤمنین کا حکم نامہ پہنچ چکا تھا۔ اگر اس سے ایک عشر لے چکے ہو تو دوسری بار مست لینا۔

نصرانی نے کہا کہ جس دین میں عدل و انصاف کی یہ صفت موجود ہو وہی حق ہونے کے لائق ہے اور وہ وہیں مسلمان ہو گیا۔

جب غیر مسلم سے اس پر واجب ہونے والی ڈیوٹی سے زیادہ وصول کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا تو اسلامی ریاست میں مسلمانوں سے غیر اسلامی ٹیکس وصول کرنا کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے؟

علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۰۰ھ نے نقل کیا ہے:

ان تمام اسلام حکمران تو دوا زکوٰۃ اموالکم علیہ

تمہارا اسلام کو پر کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

۱۔ المبیوط ج ۲ ص ۲۰۱

۲۔ کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۶ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۲۰

لہذا واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی بھی غیر شرعی ٹیکس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام نے ان تمام ٹیکسوں کو ختم کر دیا تھا جو عرب میں اس وقت رائج تھے۔ مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی فرض ہے اور جو صاحب نصاب اس کی ادائیگی کا منکر ہو تو عاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت البرکۃ الصدیقؒ نے اپنے خلافت کے آغاز میں کیا تھا۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

جناب..... رسالہ تو نہیں مل رہا

ہمارے بعض قارئین بسا اوقات ملاقاتوں میں یا کبھی فون پر رابطہ کی صورت میں شکوہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالہ تو نہیں مل رہا۔ ہمارا جواب یہ ہوتا ہے کہ اچھا ابھی نہیں مل رہا تو آپ نے بتایا ہوتا۔ کب سے نہیں مل رہا؟ غالباً دو تین ماہ سے نہیں مل رہا۔ اس طرح کے شکوہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شکوہ کرنے والے ہمارے کرم فرما اس ماہنامہ کے مطالعہ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے مل گیا تو ابھی تحریک اور نہ ملا تو ابھی حرج نہیں ایسی صورت میں اعزازی نسخہ کی ترسیل ہم بند کر دیتے ہیں اور کسی دوسرے طلبہ کار کو اعزازی بھیجنا شروع کر دیتے ہیں تاہم مستقل ممبرز (خریداروں) کو بھیجتے رہتے ہیں کہ یہ ان کا استحقاق ہے۔ ہر دو قسم کے قارئین سے ہماری گزارش ہے کہ وقتاً فوقتاً اطلاع دیتے رہا کریں کہ رسالہ پہنچ رہا ہے یا نہیں؟ تاکہ شکایت کا ازالہ کئی ماہ نذر جانے کے بعد کرنے کی بجائے فوری طور پر کیا جاسکے۔ بعض قارئین سالانہ ممبر شپ کی تجدید کراتے وقت منی آرڈر ارسال فرماتے ہیں مگر منی آرڈر کے کوپن میں اپنا نام پتہ لکھنا شاید بھول جاتے ہیں چنانچہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ رقم کس خیر خواہ نے بھجوائی ہے۔ ازراہ کرم اپنا نام پتہ کوپن میں لکھنا نہ بھولیں۔ (مجلس ادارت)